کھانے کے اسلامی آداب

رزق

کا صحیح استعمال

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

عرضِ ناشر

اللہ کے فضل و کرم سے عوام و خواص میں بے حد مقبولیت کا حامل ماہنامہ "محاسن اسلام" جو کہ ادارہ کی طرف سے عامۃ المسلمین کیلئے شائع ہوتا ہے اس کے اگست 2004ء شمارہ نمبر 59 کے اداریہ میں یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ ادارہ عام فہم دینی معلومات پر مشتمل اصلاحی کتابچوں کا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ اس اعلان کو عوام و خواص نے بنظر تحسین دیکھا۔ اس سلسلہ میں کئی کتابچوں کا مسودہ تیار ہو گیا لیکن دیگر مصروفیات کے پیش نظر یہ مبارک سلسلہ تاخیر در تاخیر کا شکار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زیر دست کتابچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے "اصلاحی خطبات" اور کتاب "ذکر و فکر" سے انتخاب کیا گیا ہے جس کی روشنی میں رزق کی اہمیت اور اسکی قدردانی کی مبارک فکر دامن گیر کرنے کا جذبہ بیدار کر کے عملی زندگی میں اصلاحی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

اصلاح معاشرہ کیلئے ان اصلاحی کتابچوں کو زیادہ سے زیادہ احباب تک پہنچا کر آپ بھی اپنے اعمال صالحہ میں سے ایک بہترین صدقہ جاریہ کا انتظام کر سکتے ہیں۔ ایصال ثواب اور تقسیم کے لئے خصوصی رعایت دی جائے گی۔

اللہ پاک ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں اور چراغ سے چراغ جلنے کا یہ سلسلہ ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیں۔

والسلام

محمد اسحاق عفی عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

فہرست مضامین

کھانے کے تین آداب ۶

پہلا ادب "بسم اللہ" پڑھنا ۶

شیطان کے قیام و طعام کا انتظام مت کرو ۷

بڑا پہلے کھانا شروع کرے ۷

شیطان کھانا حلال کرنا چاہتا تھا ۸

بچوں کی نگہداشت کریں ۹

یہ کھانا اللہ کی عطا ہے ۹

مسلمان اور کافر کے کھانے میں امتیاز ۱۰

زیادہ کھانا کمال نہیں ۱۰

کھانا کھا کر اللہ کا شکر ادا کرو ۱۱

ہر کام کے وقت زاویہ نگاہ بدل لو ۱۲

کھانا ..... ایک نعمت ۱۳

کھانے کی لذت ..... دوسری نعمت ۱۴

عزت سے کھانا ملنا ..... تیسری نعمت ۱۴
بھوک لگنا ..... چوتھی نعمت ۱۵
کھانے کے وقت عافیت ..... پانچویں نعمت ۱۵
دوستوں کے ساتھ کھانا ..... چھٹی نعمت ۱۶
یہ کھانا عبادتوں کا مجموعہ ہے ۱۶
رزق کی ناقدری مت کرو ۱۹
آج ہمارا حال ۲۰
پکانے والے کی تعریف کرنی چاہیے ۲۰
بندوں کا شکریہ ادا کرو ۲۲
غیر مسلم قومیں کیوں ترقی کر رہی ہیں ۲۴
رزق کا صحیح استعمال ۲۵
میاں صاحب رحمہ اللہ کا تعارف ۲۵
رزق کی قدردانی ۲۷
ہماری حالت ۲۹
ایک واقعہ ایک اصول ۳۲

کھانے کے تین آداب

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کھانے کے وقت اللہ کا نام لو۔ یعنی "بسم اللہ" پڑھ کر کھانا شروع کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کے اس حصے سے کھاؤ جو تم سے قریب تر ہے۔ آگے ہاتھ بڑھا کر دوسری جگہ سے مت کھاؤ۔ اس حدیث میں تین آداب بیان فرمادیئے۔

پہلا ادب "بسم اللہ" پڑھنا

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانا شروع کرے تو اللہ کا نام لے اور اگر کوئی شخص شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اس کو

چاہیے کہ کھانا کھانے کے دوران جب بھی بسم اللہ پڑھنا یاد آ جائے اس وقت یہ الفاظ کہہ دے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ (ابوداؤد) کتاب الاطعمۃ' باب التسمیۃ علی الطعام' حدیث نمبر ۳۷۶۷) یعنی اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اول میں بھی اللہ کا نام اور آخر میں بھی اللہ کا نام۔

شیطان کے قیام وطعام کا انتظام مت کرو

ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تو تمہارے لیے رات کو رہنے کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی کھانے کے لیے کوئی گنجائش ہے۔ اس لیے کہ اس شخص نے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی اللہ کا نام لیا اور کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کا نام لیا۔ اس لیے نہ تو یہاں قیام کا انتظام ہے اور نہ طعام کا انتظام ہے۔

بڑا پہلے کھانا شروع کرے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو ہمارا معمول یہ تھا کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع نہ فرماتے' اس وقت تک ہم لوگ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے تھے' بلکہ اس کا انتظار کرتے تھے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ اس وقت ہم کھانا شروع کریں۔

اس حدیث سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب کوئی چھوٹا کسی

بڑے کے ساتھ کھانا کھا رہا ہو تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چھوٹا خود پہلے شروع نہ کرے بلکہ بڑے کے شروع کرنے کا انتظار کرے۔

شیطان کھانا حلال کرنا چاہتا تھا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کھانے کے وقت ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' اتنے میں ایک نوعمر بچی بھاگتی ہوئی آئی۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھوک سے بیتاب ہے۔ ..... اور ابھی تک کسی نے کھانا شروع نہیں کیا تھا' اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک کھانا شروع نہیں فرمایا تھا' مگر اس بچی نے آ کر جلدی سے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا' اور اس کو کھانا کھانے سے روک دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک دیہاتی آیا' اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی بھوک سے بہت بیتاب ہے اور کھانے کی طرف لپک رہا ہے اس نے بھی آ کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا' اور اس کو بھی کھانے سے روک دیا۔ اس کے بعد پھر آپ نے تمام صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "شیطان اس کھانے کو اس طرح اپنے لیے حلال کرنا چاہتا تھا کہ اس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے چنانچہ اس نے اس لڑکی کے ذریعہ کھانا حلال کرنا چاہا مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس کے بعد اس نے اس دیہاتی کے ذریعہ کھانا حلال کرنا چاہا۔ مگر میں نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اللہ کی قسم شیطان کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

بچوں کی نگہداشت کریں

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ بڑے کا کام یہ ہے کہ اگر چھوٹا اس کی موجودگی میں اللہ کا نام لیے بغیر شروع کر رہا ہے تو بڑے کو چاہیے کہ وہ اس کو متنبہ کرے اور ضرورت ہو تو اس کا ہاتھ بھی پکڑ لے اور اس سے کہے کہ پہلے "بسم اللہ" کہو پھر کھانا کھاؤ۔

آج ہم لوگ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھانے پر بیٹھتے ہیں۔ لیکن اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ اولاد اسلامی آداب کا لحاظ کر رہی ہے یا نہیں؟ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس بات کی تعلیم دے دی کہ بڑے کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی طرف نگاہ رکھے۔ اور ان کو ٹوکتا رہے اور ان کو اسلامی آداب سکھائے ورنہ کھانے کی برکت دور ہو جائے گی۔

یہ کھانا اللہ کی عطا ہے

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لینا چاہیے اور کہنے کو تو یہ معمولی بات ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ کر کھانا شروع کر دیا لیکن اگر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ یہ اتنی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف تو یہ کھانا کھانا عبادت اور باعث ثواب بن جاتا ہے اور دوسری طرف اگر آدمی ذرا دھیان سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہہ لے تو اس کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کی معرفت کا بہت بڑا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا حقیقت میں انسان کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ جو کھانا میرے سامنے اس وقت موجود ہے یہ میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں

ہے بلکہ کسی دینے والے کی عطا ہے۔ میرے بس میں یہ بات نہیں تھی کہ میں یہ کھانا مہیا کر لیتا اور اس کے ذریعہ اپنی ضرورت پوری کر لیتا۔ اپنی بھوک مٹا دیتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس کا کرم ہے کہ اس نے مجھے یہ کھانا عطا فرما دیا۔

مسلمان اور کافر کے کھانے میں امتیاز

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ...... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے...... آمین...... فرمایا کرتے تھے کہ دین درحقیقت زاویہ نگاہ کی تبدیلی کا نام ہے۔ ذرا سا زاویہ نگاہ بدل لو تو یہی دنیا دین بن جائے گی۔ مثلاً بھی کھانا "بسم اللہ" پڑھے بغیر کھا لو اور اللہ کی نعمت کے استحضار کے بغیر کھا لو۔ تو پھر اس کھانے کی حد تک تم میں اور کافر میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کھانا کافر بھی کھا رہا ہے اور تم بھی کھا رہے ہو؟ اس کھانے کے ذریعے تمہاری بھوک دور ہو جائے گی اور زبان کو چٹخارہ مل جائے گا۔ لیکن وہ کھانا تمہاری دنیا ہے، دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور جیسے گائے، بھینس اور بکری اور دوسرے جانور کھا رہے ہیں اسی طرح تم بھی کھا رہے ہو دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

زیادہ کھانا کمال نہیں

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا حکیمانہ واقعہ ہے۔ ان کے زمانے میں آریہ سماج ہندوؤں نے اسلام کے خلاف بڑا شور مچایا ہوا تھا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان آریہ سماج والوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے، تا کہ لوگوں پر حقیقت حال واضح ہو جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ایک مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے وہاں ایک آریہ

سماج کے پنڈت سے مناظرہ تھا اور مناظرہ سے پہلے کھانے کا انتظام تھا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت تھوڑا کھانے کے عادی تھے' جب کھانا کھانے بیٹھے تو حضرت والا چند لقمے کھا کر اٹھ گئے اور جو آریہ سماج کے عالم تھے وہ کھانے کے استاد تھے۔ انہوں نے خوب ڈٹ کر کھایا' جب کھانے سے فراغت ہوئی تو میزبان نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت آپ نے تو بہت تھوڑا سا کھانا کھایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے جتنی خواہش تھی اتنا کھالیا...... وہ آریہ سماج بھی قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے حضرت سے کہا کہ مولانا آپ کھانے کے مقابلے میں تو ابھی سے ہار گئے اور یہ آپ کے لیے بدفالی ہے کہ جب آپ کھانے پر ہار گئے تو اب دلائل کا مقابلہ ہوگا تو اس میں بھی آپ ہار جائیں گے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بھائی اگر کھانے کے اندر مناظرہ اور مقابلہ کرنا تھا تو مجھ سے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کسی بھینس سے یا بیل سے کرلیا ہوتا۔ اگر اس سے مناظرہ کریں گے تو آپ یقیناً بھینس سے ہار جائیں گے میں تو دلائل میں مناظرہ کرنے آیا تھا۔ کھانے میں مناظرہ اور مقابلہ کرنے تو نہیں آیا تھا۔

کھانا کھا کر اللہ کا شکر ادا کرو

بہرحال' اللہ تعالیٰ ہر ایک مخلوق کو رزق دے رہے ہیں۔ سمندر کی تہہ میں اور اس کی تاریکیوں میں رزق عطا فرما رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ: "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" (سورہ ھود:۶)۔ یعنی کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ لہٰذا

کھانے کی حد تک تمہارے اور جانوروں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کو بھی مل رہی ہیں۔ جانوروں کو چھوڑ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے ان دشمنوں کو بھی رزق دے رہا ہے جو اللہ کے وجود کا انکار کر رہے ہیں۔ خدا کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ خدا کی توہین کر رہے ہیں۔ جو اس کے لائے ہوئے دین کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی رزق دے رہا ہے۔ لہٰذا کھانے کے اعتبار سے تم میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ وہ فرق یہ ہے کہ جانور اور کافر اور مشرک صرف زبان کے چٹخارے اور پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر کھاتا ہے۔ اس لیے وہ کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا۔ اللہ کا ذکر نہیں کرتا۔ تم مسلمان ہو، تم ذرا سا خیال اور دھیان کر کے اس کھانے کو اللہ کی عطا سمجھ کر، اس کا نام لے کر کھاؤ۔ اور پھر اس کا شکر ادا کرو، تو یہی کھانا دین بن جائے گا۔

ہر کام کے وقت زاویہ نگاہ بدل لو

میرے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سالہا سال اس بات کی مشق کی ہے۔ مثلاً گھر میں داخل ہوا، اور کھانے کا وقت آیا اور دسترخوان پر بیٹھے۔ کھانا سامنے آیا اب بھوک شدید ہے۔ اور کھانا بھی لذیذ ہے، دل چاہ رہا ہے کہ فوراً کھانا شروع کر دوں لیکن ایک لمحے کے لیے کھانے سے رک گیا اور دل سے کہا کہ یہ کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس کے بعد دوسرے لمحے یہ سوچا کہ یہ کھانا اللہ کی عطا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ یہ میرے قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھانا سامنے آتا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اس کو کھالیا

کرتے تھے۔ اس لیے میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس کھانے کو کھاؤں گا۔ اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا۔

گھر میں داخل ہوئے اور بچہ کھیلتا ہوا اچھا معلوم ہوا۔ دل چاہا کہ اس کو گود میں اٹھا کر پیار کریں۔ لیکن ایک لمحے کے لیے رک گئے اور سوچا کہ محض دل کے چاہنے پر بچے کو گود میں نہیں لیں گے پھر دوسرے لمحے یہ خیال لائے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے محبت فرمایا کرتے تھے اور ان کو گود میں لے لیا کرتے تھے۔ اب میں بھی آپ کی سنت کی اتباع میں بچے کو گود میں اٹھاؤں گا۔ اس کے بعد بچے کو اٹھا لیا..... حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سالہا سال تک اس عمل کی مشق کی ہے اور یہ شعر سنایا کرتے تھے کہ:

جگر پانی کیا ہے مدتوں غم کی کشاکشی میں
کوئی آسان ہے کیا خوگر آزار ہو جانا

سالہا سال کی مشق کے بعد یہ چیز حاصل ہوئی ہے۔ اور الحمد للہ اب تخلف نہیں ہوتا۔ اب جب بھی اس قسم کی کوئی نعمت سامنے آتی ہے تو پہلے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور پھر اس پر شکر ادا کر کے بسم اللہ پڑھ کر اس کام کو کر لیتا ہوں۔ اور اب عادت پڑ گئی ہے اور اسی کو زاویہ نگاہ کی تبدیلی کہتے ہیں اس کے نتیجے میں دنیا کی چیز دین بن جاتی ہے۔

کھانا..... ایک نعمت

ایک مرتبہ حضرت ڈاکٹر صاحب قدس سرہ کے ساتھ ایک دعوت میں گئے جب دسترخوان پر کھانا آیا اور کھانا شروع کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ تم تو ما

غور کرو کہ اس میں ایک کھانے میں جو تم اس وقت کھا رہے ہو اس میں اللہ تعالیٰ کی مختلف قسم کی کتنی نعمتیں شامل ہیں۔ سب سے پہلے تو کھانا مستقل نعمت ہے۔ اس لیے اگر انسان شدید بھوکا ہو اور بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو اور کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہو۔ تو اس وقت خواہ کتنا ہی خراب سے خراب کھانا اس کے سامنے لایا جائے وہ اس کو بھی غنیمت سمجھ کر کھانے کے لیے تیار ہو جائے گا اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھے گا اس سے معلوم ہوا کہ کھانا اچھا ہو یا برا ہو لذیذ ہو یا بے مزہ ہو وہ کھانا بذات خود ایک نعمت ہے۔ اس لیے کہ وہ بھوک کی تکلیف کو دور کر رہا ہے۔

کھانے کی لذت......دوسری نعمت

دوسری نعمت یہ ہے کہ یہ کھانا مزیدار بھی ہے۔ اپنی طبیعت کے مطابق بھی ہے اب اگر کھانا تو موجود ہوتا لیکن مزیدار نہ ہوتا اور اپنی طبیعت کے موافق نہ ہوتا تو ایسے کھانے کو کھا کر کسی طرح پیٹ بھر کر بھوک مار لیتے لیکن لذت حاصل نہیں ہوتی۔

عزت سے کھانا ملنا......تیسری نعمت

تیسری نعمت یہ ہے کہ کھلانے والا عزت سے کھلا رہا ہے اب اگر کھانا بھی میسر ہوتا، اور مزیدار بھی ہوتا، لذیذ بھی ہوتا لیکن کھلانے والا ذلت کے ساتھ کھلاتا اور جیسے کسی نوکر اور غلام کو کھلایا جاتا ہے اسی طرح ذلیل کر کے کھلاتا۔ تو اس وقت اس کھانے کی ساری لذت دھری رہ جاتی اور سارا مزہ خراب ہو جاتا جیسے کسی نے کہا ہے کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

لہٰذا اگر کوئی شخص ذلیل کر کے کھانا کھلا رہا ہو تو اس کھانے میں کوئی لطف

نہیں وہ کھانا بے حقیقت ہے الحمدللہ ہمیں یہ تیسری نعمت بھی حاصل ہے کہ کھلانے والا عزت سے کھلا رہا ہے۔

بھوک لگنا...... چوتھی نعمت

چوتھی نعمت یہ ہے کہ بھوک اور کھانے کی خواہش بھی ہے۔ اس لیے کہ اگر کھانا بھی میسر ہوتا اور وہ کھانا بھی لذیذ ہوتا اور کھلانے والا عزت سے بھی کھلاتا، لیکن بھوک نہ ہوتی اور معدہ خراب ہوتا تو اس صورت میں اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا بھی بیکار ہے۔ اس لیے کہ انسان ان کو نہیں کھا سکتا، تو الحمدللہ کھانا بھی لذیذ ہے، کھلانے والا عزت سے کھلا رہا ہے اور کھانے کی بھوک اور خواہش بھی موجود ہے۔

کھانے کے وقت عافیت...... پانچویں نعمت

پانچویں نعمت یہ ہے کہ عافیت اور اطمینان کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر کھانا تو لذیذ ہوتا، کھلانے والا عزت سے بھی کھلاتا، بھوک بھی ہوتی، لیکن طبیعت میں کوئی ایسی پریشانی لاحق ہوتی، کوئی فکر طبیعت پر ہوتی یا اس وقت کوئی خطرناک قسم کی خبر مل جاتی، جس سے دل و دماغ پریشان اور ماؤف ہو جاتا، تو ایسی صورت میں بھوک ہوتے ہوئے بھی وہ کھانا انسان کے لیے بیکار ہو جاتا۔ الحمدللہ، عافیت اور اطمینان حاصل ہے کوئی ایسی پریشانی نہیں ہے جس کی وجہ سے کھانا بے لذت بے مزہ ہو جاتا۔

دوستوں کے ساتھ کھانا...... چھٹی نعمت

چھٹی نعمت یہ ہے کہ اپنے احباب اور دوستوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہیں اگر یہ سب نعمتیں حاصل ہوتیں لیکن اکیلے بیٹھے کھا رہے ہوتے، اس لیے کہ تنہا کھانے میں اور اپنے دوست احباب کے ساتھ مل کر کھانے میں بڑا فرق ہے۔ اپنے دوست احباب کے ساتھ مل کر کھانے میں جو کیف اور لطف حاصل ہوتا ہے وہ تنہا کھاتے وقت حاصل نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہ ایک مستقل نعمت ہے۔ بہر حال فرمایا کرتے تھے کہ یہ کھانا ایک نعمت ہے لیکن اس ایک کھانے میں اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں شامل ہیں تو کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرو گے؟

یہ کھانا عبادتوں کا مجموعہ ہے

لہٰذا جب یہ کھانا اس استحضار کے ساتھ کھایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، تو پھر ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کر کے کھانا کھاؤ اور جب اس طرح ہر نعمت پر شکر ادا کرتے ہوئے کھاؤ گے تو ایک طرف تو کھانے کے اندر عبادتوں میں اضافہ ہو رہا ہے اس لیے کہ اگر صرف "بسم اللہ" پڑھ کر کھانا کھا لیتے، اور ان نعمتوں کا استحضار نہ کرتے تو بھی وہ کھانا عبادت بن جاتا، لیکن جب نعمتوں کا استحضار کرتے ہوئے اور ان پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھانا کھایا تو یہ کھانا بہت سی عبادتوں کا مجموعہ بن گیا اور اس کے نتیجے میں یہ کھانا جو حقیقت میں دنیا ہے۔ ایک طرف اس کے ذریعے لذت بھی حاصل ہو رہی ہے۔ اور دوسری طرف تمہاری نیکیوں میں بھی اضافہ کا سبب بن رہا ہے۔ بس اسی کا نام "زاویہ نگاہ کی تبدیلی" ہے اس زاویہ نگاہ کی تبدیلی سے انسان کی دنیا بھی دین بن جاتی

ہے۔ مولانا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

(گلستان سعدی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ آسمان، یہ زمین، یہ بادل، یہ چاند، یہ سورج ان سب کو تمہاری خدمت کے لیے لگایا ہوا ہے تاکہ ایک روٹی تمہیں حاصل ہو جائے مگر اس روٹی کو غفلت کے ساتھ مت کھانا، بس تمہارا کام صرف اتنا ہی ہے بلکہ اللہ کا نام لے کر، اللہ کا ذکر کر کے کھاؤ۔ اور اگر کھانے سے پہلے بھول جاؤ تو جب یاد آ جائے اس وقت "بسم اللّٰہ اولہ و آخرہ" پڑھ لو۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دستر خوان اٹھتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "الحمد للّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ، غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا"۔ یہ عجیب و غریب دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی۔ اس کی تلقین اس لیے فرمائی کہ انسان کا بھی عجیب مزاج ہے، وہ یہ کہ جب انسان کو کسی چیز کی شدید خواہش اور حاجت ہوتی ہے، اس وقت تو وہ اس کے لیے شدید بیتاب ہوتا ہے لیکن جب اس چیز کی حاجت پوری ہو جائے اور اس سے دل بھر جائے تو پھر اسی چیز سے اس کو نفرت ہونے لگتی ہے، مثلاً جب انسان کو بھوک لگی ہے تو اس وقت اس کو کھانے کی طرف رغبت اور شوق تھا اور کھانے کی طرف طبیعت مائل ہو رہی تھی، لیکن جب پیٹ بھر گیا اور بھوک مٹ گئی تو اس کے بعد اگر وہی کھانا دوبارہ لایا جائے تو طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور بعض اوقات کھانے کے تصور سے متلی آنے لگتی ہے

اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ یہ تمہارے دل میں کھانے کی نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ اس نفرت کے نتیجے میں کہیں اللہ کے رزق کی ناقدری اور ناشکری نہ ہو جائے اس لیے آپ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس وقت یہ دسترخوان ہم اپنے سامنے سے تو اٹھا رہے ہیں لیکن اس وجہ سے نہیں اٹھا رہے ہیں کہ ہمارے دل میں اس کی قدر نہیں بلکہ اسی کھانے نے ہماری بھوک بھی مٹائی اور اسی کھانے کے ذریعہ ہمیں لذت بھی حاصل ہوئی اور نہ اس وجہ سے اٹھا رہے ہیں کہ ہم اس سے مستغنی اور بے نیاز ہیں۔ اے اللہ! ہم اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ دوبارہ ہمیں اس کی ضرورت اور حاجت پیش آئے گی..... دسترخوان اٹھاتے وقت یہ دعا کر لو تاکہ اللہ تعالیٰ کے رزق کی ناقدری نہ ہو اور دوسری اس بات کی دعا بھی ہو جائے کہ یا اللہ! ہمیں دوبارہ یہ رزق عطا فرمایئے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھانے کے بعد اگر یہ الفاظ کہے: "اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، اور میری طاقت اور قوت کے بغیر یہ کھانا مجھے عطا فرمایا۔" اس کے یہ کہنے سے اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ یہ چھوٹا سا عمل ہے لیکن اس کا اجر و ثواب یہ ہے کہ تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کا کتنا بڑا کرم ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اور کسی کھانے کی برائی نہیں کی۔ اگر اس کے کھانے کی خواہش ہوتی تو کھا لیتے اور اگر کھانے کی خواہش نہ ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتے۔" یعنی اگر کھانا پسند نہیں ہے تو اس کو نہیں کھایا، مگر اس کی برائی بیان نہیں کرتے تھے اس لیے کہ

جو کھانا ہے وہ چاہے ہمیں پسند آ رہا ہو یا پسند نہ آ رہا ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق ہے اور اللہ کے عطا کیے ہوئے رزق کا احترام اور اس کی تعظیم ہمارے ذمے واجب ہے۔

رزق کی ناقدری مت کرو

یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی اعلیٰ درجے کی تعلیم ہے کہ اللہ کے رزق کا احترام کرو، اس کا ادب کرو، اس کی بے ادبی نہ کرو، آج کل ہمارے معاشرے میں یہ اسلامی ادب بری طرح پامال ہو رہا ہے۔ ہر چیز میں ہم نے غیروں کی نقالی شروع کی تو اس میں بھی ایسا ہی کیا۔ اور اللہ کے رزق کا کوئی ادب باقی نہیں رہا۔ کھانا بچا تو اٹھا کر اس کو کوڑے میں ڈال دیا۔ بعض اوقات دیکھ کر دل لرزتا ہے، یہ سب مسلمانوں کے گھروں میں ہو رہا ہے، خاص طور پر دعوتوں میں اور ہوٹلوں میں غذاؤں کے بڑے بڑے ڈھیر اس طرح کوڑے میں ڈال دیے جاتے ہیں حالانکہ ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ اگر روٹی کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی کہیں پڑا ہوا ہو تو اس کی بھی تعظیم کرو، اس کا بھی ادب کرو اور اس کو اٹھا کر کسی اونچی جگہ رکھ دو۔

"جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی عام زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے ان کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہے" مثلاً کھانے کی بڑی مقدار کو انسان کھاتا ہے، اس سے اپنی بھوک مٹاتا ہے، اپنی ضرورت پوری کرتا ہے لیکن اگر اس کھانے کا تھوڑا سا حصہ بچ جائے تو اس کا احترام اور توقیر بھی اس کے ذمہ واجب ہے اس کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ یہ اصل بھی درحقیقت اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے رزق کی ناقدری مت کرو، اس کو کسی نہ کسی مصرف میں لے آؤ۔

آج ہمارا حال

آج ہمارا یہ حال ہے کہ دستر خوان کو جا کر کوڑے دان کے اندر جھاڑ دیا' اللہ کے رزق کے احترام کا کوئی اہتمام نہیں ارے یہ ساری اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ رزق پیدا کیا اگر تم نہیں کھا سکتے تو کسی اور مخلوق کے لیے اس کو رکھ دو۔ پہلے زمانے میں بچوں کو یہ سکھایا جاتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔ اس کا احترام کرو' اگر کہیں روٹی کا ٹکڑا نظر آتا تو اس کو چوم کر ادب کے ساتھ اونچی جگہ پر رکھ دیتے ..... لیکن جوں جوں مغربی تہذیب کا غلبہ ہمارے معاشرے پر بڑھ رہا ہے رفتہ رفتہ اسلامی آداب رخصت ہو رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ کھانا پسند آئے تو کھا لو اور اگر پسند نہ آئے تو کم از کم اس میں عیب مت نکالو۔ اس کی ناقدری اور بے حرمتی مت کرو' اس سنت کو دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ سب باتیں کوئی قصہ کہانی یا کوئی افسانہ نہیں ہے بلکہ یہ سب باتیں عمل کرنے کے لیے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رزق کا ادب اور اس کی تعظیم کریں اور ان آداب کو اپنائیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے اور جو ہمارے دین کا حصہ ہیں۔ جو ہمارے دین کا طرہ امتیاز ہیں اور یہ جو مغرب نے جو بلائیں ہم پر نازل کی ہیں ان سے چھٹکارا حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین۔

پکانے والے کی تعریف کرنی چاہیے

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک مرتبہ اپنا یہ واقعہ سنایا کہ ایک صاحب میرے پاس آیا کرتے تھے وہ اور ان کی بیوی دونوں نے اصلاحی تعلق

بھی قائم کیا ہوا تھا۔ ایک دن انہوں نے اپنے گھر پر میری دعوت کی، میں چلا گیا اور جا کر کھانا کھالیا۔ کھانا بڑا لذیذ اور بہت اچھا بنا ہوا تھا...... حضرت والا قدس سرہ کی ہمیشہ کی یہ عادت تھی کہ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو اس کھانے کی اور کھانا بنانے والی خاتون کی تعریف ضرور کرتے، تاکہ اس پر اللہ کا شکر بھی ادا ہو جائے اور اس خاتون کا دل بڑھ جائے...... چنانچہ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ خاتون پردے کے پیچھے آئیں اور آکر حضرت والا کو سلام کیا، تو حضرت والا نے فرمایا کہ تم نے بڑا لذیذ اور بہت اچھا کھانا پکایا، کھانے میں بڑا مزہ آیا...... حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو پردے کے پیچھے سے اس خاتون کے رونے اور سسکیاں لینے کی آواز آئی...... میں حیران ہو گیا کہ معلوم نہیں میری کس بات سے ان کو تکلیف ہوئی اور ان کا دل ٹوٹا...... میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ ان خاتون نے بمشکل اپنے رونے پر قابو پاتے ہوئے کہا کہ حضرت مجھے ان (شوہر) کے ساتھ رہتے ہوئے چالیس سال ہو گئے ہیں لیکن اس پورے عرصے میں ان کی زبان سے میں نے یہ جملہ نہیں سنا کہ "آج کھانا بڑا اچھا پکا ہے" آج جب آپ کی زبان سے یہ جملہ سنا تو مجھے رونا آگیا...... چونکہ وہ صاحب حضرت والا کی زیر تربیت تھے، اس لیے حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ خدا کے بندے! ایسا بھی کیا بخل کرنا کہ آدمی کسی کی تعریف میں دو لفظ نہ کہے جس سے اس کے دل کو خوشی ہو جائے...... لہٰذا کھانے کے بعد اس کھانے کی تعریف اور اس کے پکانے والے کی تعریف کرنی چاہیے تاکہ اس کھانے پر اللہ کا شکر بھی ادا ہو جائے اور کھانا بنانے والے کا دل بھی خوش ہو جائے۔

بندوں کا شکریہ ادا کرو

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ.

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک، حدیث نمبر ۱۹۵۴)

یعنی جو شخص انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا..... اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی تمہارے ساتھ محبت اور اخلاص کا معاملہ کرے اور اس کے ذریعہ سے تمہیں کوئی فائدہ پہنچے تو کم از کم زبان سے اس کا شکریہ ادا کردو اور اس کی تعریف میں دو کلمے تو کہہ دو...... یہ سنت ہے اس لیے کہ یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ اگر ہم ان طریقوں کو اپنالیں تو دیکھو کتنی محبتیں پیدا ہوتی ہیں اور تعلقات میں کتنی خوشگواریاں پیدا ہوتی ہیں..... اور یہ عداوتیں اور نفرتیں، یہ بغض اور یہ سب دشمنیاں ختم ہو جائیں گی۔ بشرطیکہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ٹھیک ٹھیک عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غیر مسلم قومیں کیوں ترقی کر رہی ہیں

خوب سمجھ لیجئے، یہ دنیا، اسباب کی دنیا ہے، اگر یہ باتیں غیر مسلموں نے حاصل کرکے ان پر عمل کرنا شروع کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ترقی دے دی۔ اگرچہ آخرت میں تو ان کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن معاشرت کے وہ آداب جو ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ ان آداب کو انہوں نے اختیار کرلیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ترقی دے دی۔ لہٰذا یہ اعتراض تو کردیا کہ ہم

مسلمان ہیں۔ کلمہ پڑھتے ہیں۔ ایمان کا اقرار کرتے ہیں' اس کے باوجود دنیا میں ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ دوسرے لوگ غیر مسلم ہونے کے باوجود ترقی کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھا کہ ان غیر مسلموں کا یہ حال ہے کہ وہ تجارت میں جھوٹ نہیں بولیں گے امانت اور دیانت سے کام لیں گے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت چمکا دی۔ لیکن مسلمانوں نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا۔ اور دین کو مسجد اور مدرسے تک محدود کر کے بیٹھ گیا۔ زندگی کی باقی چیزوں کو دین سے خارج کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے دین سے بھی دور ہو گئے اور دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہو گئے۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب تعلیمات ہمیں عطا فرمائیں۔ تاکہ ہم ان کو اپنی زندگی کے اندر اپنائیں۔ اور ان کو دین کا حصہ سمجھیں...... بہر حال بات یہاں سے چلی تھی کہ "دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر نہ کھاؤ" لیکن اس سے کتنے اہم اصول ہمارے لیے نکلتے ہیں اور یہ کتنی بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں احساس اور ادراک پیدا فرمائے۔ آمین۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا مقعیا یا کل تمرا" میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس طرح بیٹھے ہوئے کھجور کھا رہے تھے کہ آپ نے اپنے گھٹنے کھڑے کیے ہوئے تھے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ اس طرح کھانا کھا رہے تھے جس طرح غلام کھانا کھاتا ہے۔ بہر حال احادیث کے مجموعے سے فقہاء کرام نے جو بات

افضل کی ہے وہ یہ ہے کہ کھانے کی بہتر نشست یہ ہے کہ آدمی یا دو زانوں بیٹھ کر کھائے اس لیے کہ اس میں تواضع بھی زیادہ ہے اور کھانے کا احترام بھی ہے اور اس نشست میں بسیار خوری کا سدباب بھی ہے اس لیے جب آدمی خوب پھیل کر بیٹھے گا تو زیادہ کھایا جائے گا اور ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ ایک ٹانگ اٹھا کر اور ایک ٹانگ بچھا کر کھانا بھی اسی میں داخل ہے اور یہ بھی تواضع والی نشست ہے اور اس طرح بیٹھ کر کھانے میں دنیا کا بھی فائدہ اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

کھانے کے وقت چار زانوں ہو کر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ ناجائز نہیں۔ اس میں کوئی گناہ نہیں، لیکن یہ نشست تواضع کے اتنے قریب نہیں ہے جتنی پہلی دو نشستیں قریب ہیں لہٰذا عادت تو اس بات کی ڈالنی چاہیے کہ آدمی دو زانوں بیٹھ کر کھائے، ایک ٹانگ کھڑی کر کے کھائے، چار زانوں نہ بیٹھے لیکن اگر کسی سے اس طرح نہیں بیٹھا جاتا، یا کوئی شخص اپنے آرام کے لیے چار زانوں بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے تو یہ کوئی گناہ نہیں۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر کھانا ناجائز ہے۔ یہ خیال درست نہیں۔ غلط ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ دو زانوں بیٹھ کر کھائے۔ اس لیے کہ اس نشست میں کھانے کی عظمت اور تواضع زیادہ ہے۔

رزق کا صحیح استعمال

میاں صاحب رحمہ اللہ کا تعارف

درود وسلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے ملنے والوں میں حضرت میاں صاحبؒ کے نام سے معروف تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے ان اساتذہ میں سے تھے جو شہرت اور نام ونمود سے ہمیشہ کوسوں دور رہے' عمر بھر اسلامی علوم کی تدریس کی خدمت انجام دی اور ہزار ہا طلبہ کو اپنے علم وفضل سے سیراب کیا۔ آج برصغیر ہند وپاک کے نامور علماء دیوبند میں شاید کوئی نہ ہو جو ان کا بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد نہ ہو۔ انہوں نے متعدد چھوٹی بڑی تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ موضوعات بھی اچھوتے اور زبان بھی اتنی شگفتہ کہ آج سے سو سال پہلے کی تحریروں میں اسکی شگفتگی کم ملتی ہے۔

علم وفضل کے مقام بلند کے باوجود سادگی' تواضع اور مسکنت کا عالم یہ تھا کہ دیکھنے والا ان کے سراپا میں اس مقام بلند کا اندازہ کر ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ دیوبند (ضلع سہارنپور) کے ایک چھوٹے سے محلے میں مقیم تھے اور کچے مکان میں رہتے تھے۔ ہر سال جب برسات کا موسم آتا تو یہ کچا مکان جگہ جگہ سے گر جاتا

اور برسات گزرنے کے بعد کافی وقت اور پیسہ اس کی مرمت پر خرچ کرنا پڑتا تھا۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں صاحبؒ کے خاص شاگرد تھے۔ لیکن خصوصی تعلق کی بناء پر حضرتؒ نے انہیں اپنے آپ سے بہت بے تکلف بھی بنایا ہوا تھا' ایک دن انہوں نے حضرت میاں صاحبؒ سے کہا کہ آپ کو ہر سال اپنے مکان کی مرمت کرانی پڑتی ہے جس میں پریشانی بھی ہوتی ہے' وقت بھی لگتا ہے اور خرچ بھی خاصا ہو جاتا ہے' اگر آپ ایک مرتبہ مکان پکا بنوالیں تو اس روز روز کی پریشانی سے نجات مل جائے۔

حضرت میاں صاحبؒ کی طبیعت میں ظرافت بھی بہت تھی' انہوں نے والد صاحبؒ کی یہ تجویز سن کر شروع میں بڑی تعریف و توصیف اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "واہ مفتی صاحب واہ! آپ نے کیسی عقل کی بات کہی' ہم نے ساری عمر گزار دی' بوڑھے ہو گئے اور اب تک ہماری عقل میں یہ بات نہیں آئی"۔

والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحبؒ نے یہ بات اتنی مرتبہ فرمائی کہ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا' لیکن بالآخر میں نے عرض کیا کہ "حضرت! میرا مقصد تو وہ حکمت معلوم کرنا تھا جس کی وجہ سے آپ نے مالی استطاعت کے باوجود اب تک مکان پکا نہیں بنوایا۔ اب مجھے مزید شرمندہ کرنے کے بجائے حقیقی وجہ بیان فرما دیجئے۔

حضرت میاں صاحبؒ شروع میں طرح دیتے رہے لیکن جب والد صاحبؒ نے زیادہ اصرار کیا تو والد صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر مکان کے دروازے

تک لے آئے' اور فرمایا: "دیکھو! اس گلی کے دائیں بائیں دونوں طرف دیکھو' گلی کے اس سرے سے اُس سرے تک کیا کوئی مکان تمہیں پکا نظر آتا ہے؟"
والد صاحبؒ نے فرمایا نہیں' اس پر میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ بتاؤ جب میرے سارے پڑوسیوں کے مکان کچے ہیں تو پوری گلی میں تنہا میں اپنا مکان پکا بنا کر کیا اچھا لگوں گا؟ اور اتنی استطاعت مجھ میں نہیں ہے کہ میں اپنے سارے پڑوسیوں کے مکانات پکے بنوا سکوں' اس لیے میں اپنا مکان بھی پکا نہیں بنواتا کہ اپنے پڑوسیوں کے مقابلے میں اپنی کوئی امتیازی شان بنانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔
یہ تھے حضرت میاں صاحبؒ ان کا یہ واقعہ تو میں نے ان کے مزاج و مذاق کا تھوڑا سا تعارف کرانے کے لیے بیان کر دیا جس سے ان کی اس عظمت کردار کا تھوڑا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو مادہ پرستی کے اس دور میں انسانی تصور سے بھی ماورا معلوم ہوتا ہے' لیکن دراصل میں ان کا ایک اور واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔

رزق کی قدر دانی

ایک مرتبہ میرے والد ماجدؒ ان کے گھر ملاقات کے لیے گئے ہوئے تھے' کھانے کا وقت آ گیا تو بیٹھک میں دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا گیا' کھانے سے فارغ ہونے پر والد صاحبؒ دسترخوان سمیٹنے لگے' تا کہ اسے کہیں جھٹک آئیں' حضرت میاں صاحبؒ نے پوچھا: "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" والد صاحبؒ نے عرض کیا کہ "حضرت دسترخوان سمیٹ رہا ہوں تا کہ اسے کسی مناسب جگہ پر جھٹک دوں" میاں صاحبؒ بولے "کیا آپ کو دسترخوان سمیٹنا آتا ہے؟" والد صاحبؒ نے کہا کہ "کیا دسترخوان سمیٹنا بھی کوئی فن ہے جسے سیکھنے کی ضرورت

ہو؟" میاں صاحبؒ نے جواب دیا: "جی جہاں یہ بھی ایک فن ہے اور اسی لیے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کام آتا ہے یا نہیں؟" والد صاحبؒ نے درخواست کی کہ "حضرت! پھر تو یہ فن ہمیں بھی سکھا دیجئے۔" میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ آیئے میں آپ کو یہ فن سکھاؤں۔

یہ کہہ کر انہوں نے دسترخوان پر بچی ہوئی بوٹیاں الگ کیں، ہڈیوں کو الگ جمع کیا، روٹی کے جو بڑے بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے انہیں الگ رکھا پھر روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو برادے کی سی شکل میں پڑے رہ گئے تھے انہیں چن چن کر الگ اکٹھا کر لیا، پھر فرمایا کہ "میں نے ان میں سے ہر چیز کی الگ جگہ مقرر کی ہوئی ہے، یہ بوٹیاں میں فلاں جگہ اٹھا کر رکھتا ہوں، وہاں روزانہ ایک بلی آتی ہے، اور یہ بوٹیاں کھا لیتی ہے۔ ان ہڈیوں کی الگ جگہ مقرر ہے، کتے کو وہ جگہ معلوم ہے اور وہ وہاں سے آ کر یہ ہڈیاں اٹھا لیتا ہے اور روٹی کے یہ بڑے ٹکڑے میں فلاں جگہ رکھتا ہوں وہاں پرندے آتے ہیں اور یہ ٹکڑے ان کے کام آ جاتے ہیں، اور یہ جو روٹی کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں، یہ میں چیونٹیوں کے کسی بل کے پاس رکھ دیتا ہوں اور یہ ان کی غذا بن جاتی ہے"۔

پھر فرمایا کہ: "یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کا رزق ہیں، ان کا کوئی حصہ اپنے امکان کی حد تک ضائع نہیں ہونا چاہیے" یہ تھا ایک حقیقی اسلامی معاشرے کا وہ مزاج و مذاق جو قرآن و سنت کے دلکش رنگ میں ڈھلا ہوا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے حساب رزق عطا فرمایا ہوا ہے اس لیے اس کے چھوٹے چھوٹے اور تھوڑے تھوڑے حصوں کی ہمیں نہ صرف یہ کہ قدر نہیں ہوتی، بلکہ بسا اوقات ہم اس کی بے حرمتی تک پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر کسی وقت خدانخواستہ اسی

روزی کی قلت پیدا ہو جائے تو پتہ چلے کہ ایک ایک ذرے کی کیا قدر و قیمت ہے؟

ہماری حالت

کہنے کو ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ رزق کو ضائع نہیں کرنا چاہیے' اس کی قدر کرنی چاہیے' لیکن ہماری آج کی زندگی میں یہ بات محض ایک نظریہ ہو کر رہ گئی ہے جس کا عمل کی دنیا میں کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ہمارے گھروں میں دعوتوں کے مواقع پر اور ہوٹلوں میں جتنا رزق روزانہ ضائع ہوتا ہے' اگر اس کا مجموعی اندازہ لگایا جائے تو یقیناً وہ سینکڑوں خاندانوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہو سکتا ہے' لیکن حالت یہ ہے کہ جس ماحول میں نہ جانے کتنے گھرانے معمولی غذا کو ترس رہے ہوتے ہیں وہاں منوں کے حساب سے اعلیٰ ترین غذائیں کوڑے کرکٹ میں پڑی نظر آتی ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں پہلی بار ایک سرکاری عشائیے میں شریک ہوا تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈرائیوروں کے لیے کھانے کا انتظام ہوگا یا نہیں؟ چنانچہ میں نے بربنائے احتیاط اپنے ڈرائیور کو کھانے کے پیسے دے کر یہ کہہ دیا تھا کہ اگر یہاں کھانے کا انتظام نہ ہو تو وہ کسی ہوٹل میں کھانا کھا لے۔ جب میں اندر پہنچا تو میری میز پر ایک اعلیٰ سرکاری افسر میرے ہم نشین تھے اور وہ ملک کے غریبوں کی حالت زار پر بڑا پر درد لیکچر دے رہے تھے' اس لیکچر میں عوام کی غربت و افلاس پر رنج و غم کا اظہار بھی تھا۔ اپنے معاشی نظام کی برائیاں بھی تھیں' سوشلسٹ ممالک کی تعریف بھی تھی اور اپنے ملک کے سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور سوشلزم کے مخالف عناصر پر تنقید بھی تھی' جب ان کی گفتگو کا یہ

موضوع ختم ہو گیا اور کھانا شروع ہونے پر مختلف باتیں شروع ہو گئیں تو میں نے انہی صاحب سے عرض کیا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ڈرائیوروں کے لیے کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے" کہنے لگے "جی ہاں! اس سطح کی دعوتوں میں عموماً یہ انتظام نہیں ہوتا" میں نے عرض کیا "مجھے تو یہ بات بہت بری لگتی ہے کہ ہم یہاں کھانا کھا رہے ہوں اور ہمارے ڈرائیور باہر بھوکے کھڑے ہوں۔ اس پر انہوں نے خاصی بے پروائی سے جواب دیا کہ "جی ہاں یہ بات ہے تو تکلیف دہ مگر اتنے سارے ڈرائیوروں کا انتظام بھی تو مشکل ہے اور یہ لوگ اس بات کے عادی ہیں وہ بعد میں گھر جا کر کھانا کھا لیتے ہیں۔"

اسی دعوت کے انتظام پر میں نے پلیٹوں اور ڈونگوں میں بچے ہوئے کھانے کا اندازہ لگایا تو میرا غالب گمان یہ تھا کہ اس میں تھوڑا سا اضافہ کر کے وہ کھانا تمام ڈرائیوروں کے لیے کافی ہو سکتا تھا، کھانے کے بعد مشاعرے میں تقریروں کا بھی سلسلہ تھا اور وہ اتنا دراز ہوا کہ ہم گیارہ بجے کے بعد وہاں سے روانہ ہو سکے۔ راستے میں میں نے اپنے ڈرائیور سے پوچھا کہ تمہارے کھانے کا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں نے اور میرے بعض ساتھیوں نے ایک قریب کے ہوٹل سے کھانا کھا لیا تھا، پھر وہ خود ہی کہنے لگا کہ البتہ بعض ڈرائیوروں کے پاس کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے وہ ابھی تک بھوکے ہیں۔ مثال کے طور پر اس نے کئی ڈرائیوروں کا ذکر کیا اور کہنے لگا کہ "وہ اب اپنے صاحب کو گھر پہنچا کر بس میں اپنے گھر جائیں گے اور بارہ ایک بجے پہنچ کر کھانا کھائیں گے۔"

ایک طرف تو اپنے متعلقین اور ملازمین کے ساتھ (جو درحقیقت گھر ہی کے ایک فرد بن جاتے ہیں) ہماری بے حسی کا عالم یہ ہے اور دوسری طرف اللہ

تعالیٰ کے رزق کی ناقدری اور اضاعت کا حال یہ ہے کہ سیروں کے حساب سے کھانا ہم اپنی پلیٹوں میں اس طرح بچا دیتے ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے لیے قابل استعمال نہیں رہتا' اور کوڑے کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بالخصوص ایسے بوفے دعوتوں میں جہاں کھانا ایک میز سے اٹھا کر خود لے جانا پڑتا ہے' عموماً لوگ ایک ہی دفعہ میں زیادہ سے زیادہ کھانا اٹھا کر محض اس لیے لے جاتے ہیں کہ تاکہ بوقت ضرورت دوبارہ کھانا لانا نہ پڑے لیکن اس ذرا سی زحمت سے بچنے کے لیے کھانے کی ایک بڑی مقدار بالکل ضائع ہو جاتی ہے۔ ایک طرف حضرت میاں صاحبؒ کے مذکورہ بالا واقعے کا تصور کیجئے کہ انہیں انسانوں سے گزر کر کتے' بلیوں اور پرندوں اور چیونٹیوں کی بھی فکر ہے اور دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ منوں اور سیروں کے حساب سے کھانا ضائع کر دینا گوارا ہے' مگر ڈرائیوروں اور ملازمین کے لیے کھانے کا انتظام کرنا گوارا نہیں ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

کیا ہم تھوڑی سی احتیاط اور دھیان کو کام میں لا کر رزق کی اس بے حرمتی اور اضاعت سے بچنے کا اہتمام نہیں کر سکتے؟ اگر ہم ایسا کر لیں تو کیا بعید ہے کہ اس ذرا سی توجہ کی بدولت مخلوق خدا کے کچھ افراد کی بھوک مٹ جائے؟ اور ہم ایک سنگین اجتماعی گناہ سے بچ جائیں۔

ایک واقعہ ایک اصول

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی رحمہ اللہ نے حضرت تھانویؒ کا یہ واقعہ سنایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیمار ہوئے۔ اس دوران ایک صاحب نے آپ کو پینے کے لئے دودھ لا کر دیا۔ آپ نے وہ دودھ پیا اور تھوڑا سا بچ گیا۔ یہ بچا ہوا دودھ آپ نے سرہانے کی طرف رکھ دیا۔ اتنے میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو ایک صاحب جو پاس کھڑے تھے ان سے پوچھا کہ "بھائی تھوڑا سا دودھ بچ گیا تھا' وہ کہاں گیا؟" تو ان صاحب نے کہا کہ "حضرت وہ تو پھینک دیا' ایک گھونٹ ہی تو تھا"۔

حضرت تھانویؒ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "تم نے اللہ کی اس نعمت کو پھینک دیا۔ تم نے بہت غلط کام کیا۔ اگر میں اس دودھ کو نہیں پی سکا تو تم خود پی لیتے۔ کسی اور کو پلا دیتے۔ بلی کو پلا دیتے۔ یا طوطے کو پلا دیتے۔ اللہ کی کسی مخلوق کے کام آ جاتا' تم نے اس کو کیوں پھینکا؟" پھر ایک اصول بیان فرما دیا کہ "جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی عام زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے ان کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہے"۔

مثلاً کھانے کی بڑی مقدار کو انسان کھاتا ہے' اس سے اپنی بھوک مٹاتا ہے۔ اپنی ضرورت پوری کرتا ہے' لیکن اگر اسی کھانے کا تھوڑا حصہ بچ جائے تو اس کا احترام اور توقیر بھی اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ یہ اصل (ضابطہ) بھی درحقیقت اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے رزق کی ناقدری مت کرو' اس کو کسی نہ کسی مصرف میں لے آؤ۔